میرؔ کی شاعری میں پیکر تراشی

Teaching Lecture

Subject : Urdu

Class : B.A. (Hons.) I

Topic : Meer Ki Shaeri Main Paikar Trashi

Author : Dr. Fatahullah Quadri

Lecture Series No. : 38

محسوسات کی ترسیل کا میرؔ کا ایک اور ذریعہ پیکر تراشی ہے، لفظوں میں پیکر تراشی صناعی اور مصوری سے زیادہ مشکل کام ہے، اس لیے کہ ان فنون کا تعلق تو ہے ہی نظارگی سے، میرؔ کی تصاویر محض صفحۂ قرطاس پر الفاظ کی مدد سے مصور کی ہوئی تصویریں نہیں ہیں بلکہ یہ جیتے جاگتے مرقعے ہیں کیٹس کی ان خطابیہ نظموں کی طرح جن کے سبب بوسہ لینے کے لیے معشوق کی طرف بڑھتے ہوئے عاشق کی تصویر یونانی گلدان پر زندہ جاوید ہوگئی ہے، (A Thing of beauty is a joy for ever.)، یا رات کے اندھیرے میں جنگل کے کسی پیڑ کی شاخوں میں چھپی ہوئی بلبل کا گیت امر ہوگیا ہے۔ (Heard melodies are sweet, but those unheard are sweeter.) اور شاعر کے پیروں میں بکھرے طرح طرح کے پھولوں کی خوشبو پڑھنے والے کے مشامِ جاں کو ہمیشہ معطر کرتی رہتی ہے۔ میر کے پیکر ایسے ہی زندہ اور پائندہ پیکر ہیں، حالانکہ غزل میں ایجاز اور رمزیت کے سبب ایسی پیکر تراشی کی گنجائشیں خاصی کم ہوجاتی ہیں، پھر بھی ان چند اشعار کی یہ لفظی تصویریں ملاحظہ ہوں۔ ملحوظ رہے کہ ان میں احساس و جذبے اور فکر کا عمل بھی شانہ بہ شانہ جاری ہے:

گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگ گل سے میر　　　بلبل پکاری دیکھ کے صاحب پرے پرے
سرو لبِ جو، لالہ و گل، نسرین و سمن ہیں، شگوفے بھی　　　دیکھو جدھر اک باغ لگا ہے اپنے رنگیں خیالوں کا
کچھ گل سے ہیں شگفتہ کچھ سرو سے ہیں قد کش　　　اس کے خیال سے ہم دیکھے ہیں خواب کیا کیا
قدِ یار کے آگے سروِ چمن　　　کھڑا دور جیسے گنہ گار تھا
ڈوبے اچھلے ہے آفتاب ہنوز　　　کہیں دیکھا تھا تجھ کو دریا پر

اب چند تصویریں عاشق کی، اور ایک دو معشوق کی بھی ملاحظہ ہوں:

کہتا تھا کسو سے کچھ، تکتا تھا کسو کا منھ　　　کل میرؔ کھڑا تھا یاں، سچ ہے کہ دوانا تھا
رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپ کے　　　جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

اتنا کہا نہ ہم سے تم نے کبھو کہ آؤ — کاہے یوں کھڑے ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ

نہ شکوہ شکایت ، نہ حرف وحکایت — کہو میر جی آج کیوں ہو خفا سے

لیتے ہی نام اس کا سوتے سے چونک اٹھے ہو — ہے خیر میر صاحب؟ کچھ تم نے خواب دیکھا

جب سے جواں ہوئے ہو یہ چال کیا نکلی — جب تم چلا کرو ہو ٹھو کر لگا کرے ہے

جم گیا خوں کفِ قاتل پہ ترا میر زبس — ان نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

آخری شعر میں شیکسپیئر کے شہرۂ آفاق کھیل کی لیڈی میک بتھ کا کردار زندہ ہو اٹھا ہے جس کے ضمیر پر بادشاہ ڈنکن کا قتل ایک پچھتاوا بن گیا ہے۔

میر کا فن تصویر کشی کا فن ہے، یہ فن اس وقت تک مکمل اور موثر نہیں ہوسکتا جب تک فنکار کو یہ معلوم نہ ہو کہ ناظرین کے تجسس کو کس طرح انگیخت کیا جائے اور کس وقت فنکار اسے سحر اور ستعجاب کی کیفیت سے باہر لے آئے، معروف افسانہ نگار اسد محمد خاں نے مصحفی پر اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں ان کے ایک شعر کے حسن کو تاج محل کے آرکی ٹیکچرال پلان میں پوشیدہ حسن سے تعبیر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ پُر شکوہ منظر کی نظارگی سے پہلے ایک لمحے کا توقف شوق کو مہمیز کرتا ہے، منظر اچانک کھلے تو وہ زیادہ کاری ہوتا ہے، ان کی دلیل کو انہی کی زبانی سنئے تو مطلب زیادہ واضح ہو سکے گا:

”آگرے کا تاج محل بہت خوبصورت عمارت ہے، ہم تاج والی سڑک پر چلتے ہیں تو سامنے کی مہیب سرخ مغلیہ عمارتوں پر نظر پڑتی رہتی ہے، تجس، تجس، ہماری آنکھیں تاج کی موتی جیسی صفا کو تلاش کرتی ہیں، مگر اسے تو طباع معماروں نے سرخ پتھر کے غلافوں میں چھپا رکھا ہے، اب جو ہم تاج کو مپلیکس کے سرخ دروازے سے داخل ہوتے ہیں تو ایک بہت بڑے صحن میں پہنچتے ہیں، سبزہ ہے، درخت ہیں، چہار طرف جناتی غلام گردشیں ہیں، تاج کا دور دور پتا نہیں، آنکھیں بہر حال اپنی تلاش جاری رکھتی ہیں، صحن گزرنے کو ہم جیسے ہی بائیں ہاتھ مڑتے ہیں، پتھر کی شہر پناہ جیسی دیوار میں ایک عظیم الشان محراب کھلتی ہے اور محراب کی طرف رخ کرنا ہی بس غضب ہو جاتا ہے، روشنی کی کرنیں...وہ سورج کی ہوں یا چاند کی، یا فلڈ لائٹس کی...ہم پر یورش کر دیتی ہیں، سرخ فریم میں جڑی ہوئی تاج محل کی مرمریں عمارت (ایک جھٹکے کے ساتھ) ہمارے سامنے آجاتی ہے، یہ تاج کے معماروں کے Showmanship...اگر ایک میل کی دوری سے ہی تاج کی عمارت نظر آتی رہتی تو جمالیات کا یہ استعجابی عنصر ختم ہو جاتا کیوں کہ تاج تک پہنچتے پہنچتے اس کا منظر ہمارے لیے پرانا ہو جاتا۔“

اب میر کو سنئے:

گل شرم سے ہو جائے گا گلشن میں ہو کر آب سا
برقعے سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا

حسن کے اچانک سامنے آنے سے عاشق تو عاشق، خود حسن والے پر بھی کیا کیا کیفیت گزر سکتی ہے، یہ میر ہی بیان کر سکتے

ہیں ۔ان کی شاعری میں بھی حسن اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ اسی طرح سامنے آتا ہے ۔میر یقیناً ایسے ہی صناع ہیں جو بخوبی جانتے ہیں کہ کس وقت کتنی چھب وہ اپنے تخیلی پیکر کی دکھائیں ۔تجسس کو ہوا دے کر میر یہ اختیار اپنے ہاتھ رکھتے ہیں وہ اپنے محبوب کو کس طرح پیش کریں، مخاطب کے شوق کو مزید ہوا دیں یا پھر نظارہ عام کر دیں ۔جیسے یہ شعر ملاحظہ ہوں:

جمع خوباں میں مرا محبوب اس مانند ہے　　جوں مہِ تابندہ آتا ہے کبھو تاروں کے بیچ

گوندھ کے گویا پتی گل کی وہ ترکیب بنائی ہے　　رنگ بدن کا تب دیکھو جب چولی بھیگے پسینے میں

ساتھ اس حسن کے دیتا تھا دکھائی وہ　　جیسے جھمکے ہے پڑا گوہر تر پانی میں

اس سیم بدن کو تھی کب تاب تعب اتنی　　وہ چاندنی میں شب کی ہوتا تو پگھل جانا

پلکیں پھری ہیں کھینچی بھویں ہیں ترچھی تیکھی نگاہیں ہیں
اس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی سے ہم چاہیں ہیں

میر ان نیم باز آنکھوں میں　　ساری مستی شراب کی سی ہے

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے　　پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گل برگ　　ٹک ہونٹھ ہلا تو بھی اک بات ٹھہر جائے

چشم مشتاق اس لب و رخ سے لمحہ لمحہ اٹھتی نہیں　　کیا ہی لگے ہے اچھا اس کا مکھڑا پیارا پیارا آج

ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جاں ہے تو　　عشوہ کرشمہ کچھ نہیں، ناز نہیں ادا نہیں

حیرت حسن یار سے چپ ہوں　　سب سے حرف و کلام ہے موقوف

❁❁❁❁❁